کام آؤ سب کے

ڈاکٹر اقبال برکی
155، مہادا، نور باغ، مالیگاؤں، ضلع ناسک (مہاراشٹر)

احتشام ایک یتیم مگر اچھا لڑکا تھا۔ وہ جب سے یتیم ہوا تھا، سارا محلّہ اس کی دیکھ بھال اور دلجوئی میں لگا رہتا تھا۔ محلّہ بھی اچھا ہی تھا۔ لوگ ایک دوسرے کو بالکل اسی طرح جانتے پہچانتے تھے اور ایک دوسرے سے اس طرح مل جل کر رہتے تھے جیسے محلّہ نہیں بلکہ ایک بڑا سا کنبہ ہو۔ محلے کے لڑکے بھی ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر کھیلتے اور کبھی ان میں آپس میں کوئی ان بن ہو جاتی یا کوئی لڑائی جھگڑا ہو بھی جاتا تو وہ بڑوں میں یا ان کے والدین کے درمیان نزاع کا سبب نہ بنتا تھا۔ جس کے سامنے بھی جھگڑا پہنچتا وہ ان میں صلح صفائی کروا دیتا۔ اگر وہ کسی کی طرف سے کوئی زیادتی پاتا تو ایک آدھ طمانچہ بھی رسید کر دیتا، لیکن اس کے باوجود والدین کے درمیان کوئی تنازع نہیں ہوتا۔ اگر کبھی کسی بچے کے والدین کو خبر بھی ہوتی کہ فلاں نے ان کے بیٹے کو طمانچہ مارا ہے تو کہتے، ''اچھا ہوا! انھیں تو ان کی اور بھی خبر لینا تھی۔ زیادتی بھی کریں اور کوئی کچھ نہ کہے۔ ایسا کہیں ہوتا ہے کیا؟''

احتشام کی کہانی بھی عجیب تھی۔ وہ ایک مہینے کے اندر ہی یتیم و یسیر ہو کر رہ گیا تھا۔ جب تک اس کے والدین زندہ تھے وہ محلے کے دوسرے لڑکوں کے ساتھ شرارتیں بھی کر لیتا تھا اور کبھی سیر سپاٹے بھی کر لیا کرتا تھا۔ اس کے والد ایک انجینئر تھے۔ وہ کسی کمپنی میں ملازم تھے۔ والدہ گھر پر رہتی تھیں اور اپنا سارا کام خود کیا کرتی تھیں۔ وہ محلے بھر میں پسندیدہ اور محبوب تھیں۔ کسی کے گھر کوئی دکھ سکھ ہو یا کوئی تقریب ہو وہ پیش پیش رہتی تھیں۔ اگر کوئی موقع نہ بھی ہو تو وہ پڑوس کی عورتوں کی خبر گیری کرتی ہی رہتی تھیں اور ان کے کاموں میں ہاتھ بٹایا کرتی تھیں۔ وہ کہتیں، ''بی بی جی کچھ کام ہو تو بولو میں ہاتھ بٹا دوں۔'' اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ ان کے کام میں جٹ جاتی تھیں۔ وہ ان سے باتیں بھی کرتی جاتیں اور ان کا کام بھی کرتی جاتیں بلکہ بعض اوقات تو وہی سارا کام کر کے رکھ دیتی تھیں۔ ہنس مکھ، ملنسار اور بے غرض تھیں اس لیے سارا محلّہ ان پر جان چھڑکتا تھا، لیکن آئی کو کون ٹالے کے مصداق وہ اچانک بیمار ہوئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے بستر سے جا لگیں۔ سارے محلے میں کہرام مچ گیا جیسے ان کا کوئی سگا بیمار ہو گیا ہو۔ اس کے والد تو جیسے پاگل ہو گئے تھے۔ رات دن خدمت اور دوا علاج میں لگے رہتے تھے۔ ایک دن دوا لانے جا رہے تھے کہ ایک

ٹرک کی زد میں آ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے چل بسے۔ احتشام کو تو جیسے سکتہ ہو گیا ہو۔ اس کی سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہوا۔ اس کی والدہ بھی یہ صدمہ برداشت نہ کر سکیں اور کوئی دس بارہ دن بعد وہ بھی ایک رات سوئی تو پھر نہ اٹھیں۔ اس دن احتشام بہت رویا تھا۔

ماں باپ کے اس طرح اچانک چلے جانے سے احتشام جیسے اچانک خوب بڑا ہو گیا ہو۔ اب وہ سارا سارا دن چپ رہتا۔ لڑکوں کے ساتھ کھیلنے بھی نہیں جاتا۔ اس کے تنہا ہوتے ہی رابعہ دادی ان کے گھر اُٹھ آئی تھیں۔ رابعہ دادی اُن کی دور نزدیک کی رشتے دار بھی تھیں اور ان کے پڑوس میں ہی دو گھر آگے رہتی تھیں۔ وہ ایک رحمدل اور محبت کرنے والی خاتون تھیں۔

رابعہ دادی اور محلے والوں نے احتشام کی خوب دلجوئی کی اور آہستہ آہستہ وہ اپنا غم بھولنے بھی لگا تھا۔ وہ اسکول سے آتا، ہوم ورک کرتا اور پھر پڑھائی لکھائی میں لگ جاتا۔ اپنی ماں کی طرح اسے بھی دوسروں کے کام کر دینا اور ان کے کام آنا بہت پسند تھا۔ وہ کبھی دوڑ کر بازار سے کسی کا کوئی سودا لا دیتا تو کبھی کسی کا کوئی اور کام کر دیتا۔ ایسا بھی ہوتا کہ ابھی وہ بازار سے کسی کا سودا لے کر لوٹا ہی ہے کہ کسی خاتون کی اس پر نظر پڑی اور اس نے پھر احتشام کو بازار کی طرف دوڑا دیا۔ بازار بھی کوئی آدھ کلومیٹر دور تھا۔ وہ دوڑا دوڑا جاتا اور پھر بھاگا بھاگا واپس آتا۔ اسی طرح آدھے دن میں صرف بازار کے اس کے کئی کئی چکر ہو جاتے تھے، لیکن اس کی پیشانی پر بل نہیں آتا تھا۔

آج صبح جیسے ہی اس کی آنکھ کھلی اسے بے ساختہ اپنی ماں یاد آ گئی۔ وہ ناشتہ کر کے اسکول چلا گیا، لیکن اسکول میں بھی رہ رہ کر اسے ماں یاد آتی رہی۔ اسکول میں کھیل ماسٹر نے آئندہ ہفتہ باسکٹ بال کا میچ رکھا تھا۔ اس لیے وہ ہفتہ بھر میں گراؤنڈ تیار کروالینا چاہتے تھے۔ وہ روزانہ چند لڑکوں کا انتخاب کرتے۔ ان میں سے کچھ کو گراؤنڈ پر رولر کھینچنے اور اسے چلانے کی ذمہ داری سونپتے تو کچھ کو ٹیوب ویل کے ہینڈ پمپ کو چلا کر وہاں سے پانی لانے کی ذمے داری سونپ دیتے۔ یہ دونوں کام ایسے تھے جس میں لڑکے خوب تھک جاتے تھے۔ آج احتشام بھی کھیل ماسٹر کے انتخاب میں آ گیا تھا۔ اس نے دونوں جگہوں پر خوب محنت کی تھی کوئی ایک گھنٹہ کے قریب وہ ٹیوب ویل پر ہینڈ پمپ چلاتا رہا تھا۔ اس کے بعد جب وہاں سے ہٹا تو دوسرے لڑکوں کے ساتھ رولر کھینچتا رہا تھا۔ چھٹی ہوئی تو اس کا سارا جسم پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔

ابھی وہ گھر میں داخل بھی نہیں ہوا تھا کہ عامرہ خالہ نے اسے دیکھ لیا اور آواز دی، ''احتشام، بیٹے ادھر آؤ۔''

''جی آیا۔''

''بیٹے دیکھو، آج سہ پہر میں گھر پر کچھ مہمان آنے والے ہیں۔ تم ذرا دوڑ کر بازار سے یہ سودے لا دو۔ میں کب سے پریشان ہو رہی ہوں۔''

''جی اچھا۔ میں بستہ رکھ کر آتا ہوں۔''

وہ بھاگا بھاگا بازار گیا اور عامرہ خالہ کے سامان لے کر لوٹا۔ عامرہ خالہ کے سامان کا وزن بھی کم نہ تھا۔ ایک کلو یہ دو کلو وہ کرتے کرتے کئی کلو وزن لے کر وہ لوٹا تھا۔ ادھر پہلے ہی اسے زوروں کی بھوک لگ رہی تھی کیوں کہ اسکول میں بھی وہ بہت تھک چکا تھا، لیکن پھر بھی کھانے سے پہلے عامرہ خالہ کے سودے لے آیا۔ جیسے ہی عامرہ خالہ کے دروازے پر پہنچا، اس کے پڑوس سے رحیم چاچا باہر نکل آئے۔ وہ بہت بوڑھے اور ضعیف تھے۔ احتشام کے والدان کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اس لیے احتشام بھی ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ رحیم چاچا نے احتشام کو اپنے قریب بلایا اور پاور بل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولے، ''بیٹا جلدی سے یہ بل بھر آؤ۔ آج کی آخری تاریخ ہے اور دو بجے دفتر بھی بند ہو جائے گا۔''

اس کا جی چاہا کہ کہہ دے کہ کھانا کھا کر آتا ہوں، مگر اسی وقت اسے اپنی ماں یاد آ گئی۔ وہ خاموش رہا۔ عامرہ خالہ کا سامان ان کے حوالے کر کے الٹے پیر وہ پھر بھاگا اور بجلی کمپنی کے دفتر میں جا کر اس نے بجلی کا بل ادا کیا اور واپس آیا۔ اب وہ کہیں بھی ٹھہرنا نہیں چاہتا تھا۔

جیسے ہی احتشام گھر میں داخل ہوا رابعہ دادی بولیں، ''بچے اسکول سے لوٹ کر پہلے کھانا کھا لیا کر پھر کہیں آیا جایا کر۔''

''ہاں دادی۔'' کہہ کر وہ کھانے بیٹھ گیا۔ اسے پھر ماں کی صورت اپنی آنکھوں کے سامنے مسکراتی نظر آئی۔ وہ ٹھیک سے کھانا بھی نہیں کھا سکا۔ فارغ ہو کر وہ اپنے ہوم ورک اور پڑھائی لکھائی میں لگ گیا۔ کچھ ہی دیر بعد نیند اسے ستانے لگی۔ اس نے اپنی کتابیں اور کاپیاں وہیں ایک طرف کھسکا دیں اور کھلے فرش پر ہی لیٹ گیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ گہری نیند میں تھا۔

اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کی ماں اس کے پاس آئی ہے۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی رہی اور مسکراتی رہی۔ احتشام نے اس سے بہت سے سوال پوچھے، لیکن وہ کسی بھی سوال کا کوئی جواب نہیں دیتی تھی۔ آخر احتشام نے پوچھا، ''ماں کیا تم ناراض ہو مجھ سے، بتاؤ نا ماں، تم بولتی کیوں نہیں؟''

وہ بولی، ''نہیں بیٹا! میں تو تم سے بہت خوش ہوں، بہت خوش۔ اسی لیے تو تمھارے پاس آئی ہوں۔ آج تو تم نے میرا دل خوش کر دیا۔ عامرہ خالہ اور رحیم چاچا کے کام کر کے تم نے میرا جی خوش کر دیا۔ ہمیشہ یاد رکھنا کہ جب تک تم دوسروں کے کام آتے رہو گے میں خوش رہوں گی اور تم سے ملنے بھی آتی رہوں گی۔ اچھا چلو اب تم اٹھ جاؤ۔''

اتنا کہہ کر اس نے احتشام کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے دیکھا کہ رابعہ دادی بڑی محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہی ہیں اور بالکل ویسے ہی دلار سے اسے جگا رہی ہیں جیسے اس کی ماں اسے جگاتی تھی۔

OO